© rasailojaraid.com

فقہ وفتاویٰ

مجمع فقہاءِ شریعت، امریکہ

مغربی ممالک کے مسلمانوں کے بعض روزمرہ مسائل

گذشتہ سال (اکتوبر ۲۰۰۲ء میں) امریکہ کے دارالحکومت واشنگٹن میں 'مجمع فقہاے شریعت، امریکہ' (Assembly of Muslim Jurists of America) کا تاسیسی اجلاس منعقد ہوا، جس میں دنیا بھر سے اہلِ علم کو دعوت دی گئی۔ پاکستان سے شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی اور مولانا ارشادالحق اثری، فیصل آباد رکن کی حیثیت سے اس میں شامل ہوئے۔ مجمع کا مرکزی دفتر میری لینڈ میں قائم کیا گیا۔ اس اجلاس میں ایک کمیٹی تشکیل پائی جس کو ہمہ وقت شرعی سوالات کے جوابات دینے کی ذمہ داری سونپی گئی۔

اِمسال مئی ۲۰۰۳ء میں امریکہ کی ریاست کیلیفورنیا کے شہر سا کرامنٹو میں بھی ایک اہم دعوتی کانفرنس تھی، جس میں محترم حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ بھی شریک تھے۔ یہاں 'مجمع' کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر صلاح صاوی سے ملاقات ہوئی تو اُنہوں نے محترم حافظ صاحب کو کمیٹی کی طرف سے صادر شدہ چند فتوے پیش کئے۔ اِفادۂ عام کی غرض سے ان کا اُردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔ بعض جگہ حضرت حافظ صاحب کے حواشی بھی ہیں۔

غیر مسلم عدالتوں سے فیصلہ کروانا؟

❁ **سوال ۱:** اگر ایک مسلمان مرد اور اس کی مسلمان بیوی کے درمیان جھگڑا ہو جائے تو کیا فریقین میں سے کسی کے لئے جائز ہے کہ مروّجہ (غیر شرعی) قوانین اور غیر مسلم عدالتوں کی طرف رجوع کرے اور اسلامی فیصلہ پر عمل نہ کرے۔ کیونکہ امریکی عدالت (طلاق کی صورت میں) عورت کو مرد کی آدھی جائیداد دلواتی ہے جبکہ اسلام اسے صرف حق مہر (بشرطیکہ پہلے ادا نہ کیا گیا ہو) اور نفقہ دلواتا ہے؟ کیا عورت اس عدالت کی طرف رجوع کرنے کی صورت میں گنہگار ہوگی؟؛ وہ اپنے خاوند سے اس طرح جو مالِ ناحق وصول کرتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

نیز غیر مسلم جج کے فیصلے کے بعد کیا کسی مسلمان عالم کے لئے جائز ہے کہ اس مرد اور عورت کے درمیان مصالحت کی بات چیت کرے؟

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

جواب: جو عدالت شریعت کو چھوڑ کر انسانوں کے خود ساختہ قوانین کے مطابق فیصلے کرتی ہے، اس کے سامنے مقدمہ دائر کرنا جائز نہیں، خواہ وہ مسلمانوں کے ملک میں ہو یا غیر مسلم ملک میں؛ بشرطیکہ اس کا متبادل شرعی انتظام موجود ہو جو حق دار کو حق دلوا سکے، اور مظلوم کی داد رسی کر سکے۔ اس بارے میں قرآن وحدیث کی نصوص بہت زیادہ ہیں، اور اس پر علما کا اجماع ہو چکا ہے۔ وہ تمام دلائل جن سے اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کا وجوب ظاہر ہوتا ہے، اور شریعت سے پہلو تہی کرنے والوں کا کفر ونفاق ثابت ہوتا ہے، وہ سب اس مسئلہ میں نص کا درجہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ جب شریعت کے مطابق فیصلہ کروانا ممکن ہو تو اُسے چھوڑ کر دوسری طرف متوجہ ہونا منافقت ہے، جس کے ساتھ ایمان موجود نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ آمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ أَنْ يَّتَحَاكَمُوْا إِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ أُمِرُوْا أَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلاَلاً بَعِيْدًا ، وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللهُ وَإِلَى الرَّسُوْلِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴾ (النساء:٦٠،٦١)

''کیا آپ نے وہ لوگ نہیں دیکھے جو سمجھتے ہیں کہ وہ آپ پر نازل ہونے والی (شریعت) پر، اور آپ سے پہلے نازل ہونے والی (کتابوں) پر ایمان رکھتے ہیں۔ (اس کے باوجود) چاہتے ہیں کہ 'طاغوت' سے فیصلہ کروائیں حالانکہ انہیں اس کا انکار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ شیطان انہیں دور تک گمراہ کر دینا چاہتا ہے، اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کی ہوئی (شریعت) کی طرف اور رسول کی طرف آجاؤ تو آپ دیکھتے ہیں کہ منافق آپ سے منہ پھیر کر رک جاتے ہیں۔'' مزید فرمایا:

﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَيُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُوْا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء:٦٥)

''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔ پھر جو فیصلے آپ اُن میں کر دیں، ان سے اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرماں برداری کے ساتھ (اُنہیں) قبول کر لیں۔''

© rasailojaraid.com

☜ جب شرعی عدالتیں تو موجود نہ ہوں لیکن حاملینِ شریعت علما سے (انفرادی سطح پر) فیصلہ کروانا ممکن ہو، تو پھر اس کی پابندی ضروری ہے۔ اجتہادی مسائل میں ان کے فیصلے تسلیم کرنا اور ان پر عمل کرنا چاہئے۔ کیونکہ قاضی کے فیصلے اور شرعی ثالث کے فیصلے سے اختلاف ختم ہوجاتا ہے۔ علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اگر کسی علاقے میں شرعی حکمران موجود نہ ہو تو یہ معاملات طے کرنا علما کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ تب علاقے کے علما ہی شرعی حاکم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا مغربی معاشرے میں رہنے والی مسلمان کمیونٹی کو چاہئے کہ ایسے انتظامات کرے کہ مسلمان اپنے جھگڑوں کے فیصلے شریعت کے مطابق کرواسکیں، اور ایسے افراد متعین ہونے چاہئیں جو شرعی احکام کی روشنی میں ان کے جھگڑے طے کرسکیں۔

☜ جب یہ صورت ممکن نہ ہو، کیونکہ فریقِ مخالف علمائے شریعت کے فیصلے کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں، اور اسے ایک بااختیار حاکم ہی ظلم سے روک سکتا ہے، تب اپنا حق حاصل کرنے اور ظلم سے نجات پانے کے لئے رائج قوانین کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔ جب کوئی اور راستہ نہ رہے تو ان کی طرف رجوع کرنے والا کسی ملامت کا مستحق نہیں۔ کیونکہ شریعت سے فیصلہ نہ کروانے والے کے نفاق اور کفر کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں، وہ ایسے حالات میں نازل ہوئی تھیں جب شریعتِ مطہرہ کے مطابق فیصلہ کروانا ممکن تھا۔ اس وقت جو شریعت سے اِعراض کرتا تھا، وہ اپنی خوشی اور اختیار کے ساتھ، طاغوت کے فیصلے کو اللہ اور رسول کے فیصلے سے بہتر سمجھ کر شریعت سے اعراض کرتا تھا۔

☜ اس صورت حال میں ضروری ہے کہ اس (غیر شرعی عدالت) کے سامنے جو مطالبہ پیش کیا جائے وہ شریعت کی رو سے جائز ہو۔ اس کے صرف اس فیصلے پر عمل کرنا حلال سمجھا جائے جو شریعت کے مطابق ہو۔ مثلاً اگر ایک مقروض جو آسانی سے قرض واپس کرسکتا ہے لیکن بلا وجہ ٹال مٹول کرتا ہے۔ اس کے خلاف موجودہ عدالت میں صرف اصل قرض کی واپسی کا دعویٰ دائر کیا جائے۔ اگر عدالت مدعی کے حق میں کچھ سود کی رقم کا بھی فیصلہ دے، تو اس کے لئے (سود کی) یہ رقم وصول کرنا حرام ہوگا کیونکہ یہ شریعت کے خلاف ہے۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

☜ مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں طلاق کی خواہش مند خاتون کو غیر شرعی عدالت کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ وہ اسے شریعت سے زیادہ دلوائے گی۔ لہٰذا اس کی طرف رجوع کرنے کی صورت میں وہ گنہگار ہوگی۔ اگر اس کو جائز سمجھتی ہے تو کفرا کبر کے ایک عمل کی مرتکب شمار ہوگی۔ اور جب وہ اپنے خاوند سے جتنا مال شریعت کے حکم کے خلاف وصول کرے گی، وہ حرام مال ہوگا، جسے وصول کرنا اور اس پر قبضہ کرنا حرام ہوگا۔ اگر وہ طویل عرصہ تک اس کے قبضے میں رہے، تب بھی حلال نہیں ہوگا۔

☜ اگر عورت غیر شرعی جج سے فیصلہ کرانے پر مجبور ہو، اور وہ اس کے حق میں اس مال کا فیصلہ کردے جو شریعت اسے نہیں دلواتی، اور عورت اس باطل امر پر مصر ہو، اس صورت میں جائز ہے کہ کوئی شخص اصلاح کی نیت سے اس عورت سے بات چیت کر کے اسے اس چیز سے دست بردار ہونے پر آمادہ کرے جو جج نے تو اسے دلوائی ہے لیکن شرعی طور پر اس کا حق نہیں۔ یہ حسبِ مقدور خرابی کو کم کرنے اور ظلم کو ہلکا کرنے کی صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاتَّقُوْا اللهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ ''اللہ سے ڈرو، جتنی تمہیں طاقت ہو۔'' اس نیت سے مداخلت کرنے والا ثواب کا مستحق ہے کیونکہ شریعت کا بنیادی اُصول مصالح کا حصول و تکمیل اور مفاسد سے رکاوٹ اور تقلیل ہے۔ **واللہ اعلم**

☜ یہاں ایک نیا سوال بھی درپیش ہے جو مغربی معاشروں کا ہی خاصہ ہے کہ وہاں مالی کفالت صرف مرد کے ذمے ہونے کی بجائے مردوعورت دونوں ہی کمائی کرتے ہوں اور دونوں اپنے مال سے گھر کی تعمیر و تکمیل میں حصہ لیتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ شادی کا تعلق قائم رہنے کی مدت کے دوران مالی معاملات ایک دوسرے سے متعلق ہونے کی بنا پر مالی حقوق کا فیصلہ کس طرح کیا جائے؟

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر خاوند اور بیوی دونوں کام کرتے تھے۔ اور ان دونوں کی آمدنی سے انہوں نے کوئی گھر یا زمین خریدی تو اس وجہ سے عورت کا اس گھر یا زمین میں ایک مستقل حق بن جاتا ہے جس کا طلاق کی بنا پر طے پانے والے حقوق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

اس قسم کے مسائل علما اور ماہرین کی آرا کی روشنی میں شرعی فیصلہ کی بنیاد پر طے ہونے چاہئیں۔اس میں عدل وانصاف کو پوری طرح ملحوظ رکھا جانا ضروری ہے۔

نکاح وطلاق کے مسائل

خاوند کے علم میں لائے بغیر عدالت سے طلاق حاصل کرنا

سوال ۲: بعض مسلمان عورتیں (غیر اسلامی) عدالت میں جا کر طلاق کا مطالبہ کرتی ہیں اور عدالت ۹۰ دن بعد اس کے حق میں فیصلہ دے دیتی ہے جبکہ خاوند کو علم ہی نہیں ہوتا۔کیا یہ طلاق شرعی طور پر مؤثر ہوجاتی ہے؟ اگر عورت اس کے بعد نکاح کرلے تو کیا اس کا دوسرا نکاح درست ہوگا؟ یا اس طلاق کو زبردستی کی طلاق شمار کیا جائے گا؟

جواب: طلاق کا مطالبہ اُصولی طور پر خاوند سے ہونا چاہئے، کیونکہ وہی حق زوجیت کا مالک ہے۔طلاق کے معاملہ میں قاضی کو کوئی اختیار نہیں، اِلا یہ کہ عورت تکلیف میں ہو، یا خاوند تک پہنچنا ممکن نہ ہو، مثلاً وہ ایسی جگہ غائب ہے جہاں پہنچنا ممکن نہیں۔اس صورت میں طلاق کا وہ فیصلہ نافذ ہوگا جو شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے والی اسلامی عدالت کی طرف سے جاری کیا جائے۔ مذکورہ صورت حال میں اسلامی قاضی کو، یا مسلمان کمیونٹی کی طرف سے مقرر کردہ فرد کو، چاہئے کہ پہلے وہ خاوند سے رابطہ کرکے اسے حالات سے آگاہ کرے، پھر اس کا جوابِ دعویٰ سنے، اس کی تحقیق کرے، اس کے بعد کوئی کارروائی کرے۔

جس طرح کسی بھی مقدمے میں صرف ایک فریق کی بات سن کر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اس طرح یہاں بھی ہے۔قضا کے معاملے میں غیر مسلم قاضی کو مسلمان مرد یا عورت پر کوئی شرعی اختیار نہیں۔اس پر علما کا اتفاق ہے کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا﴾ (النساء:۱۴۱) ''اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں پر ہرگز راہ نہ دے گا۔'' اس لئے کسی غیر اسلامی اتھارٹی کی جاری کی ہوئی طلاق کا کوئی اعتبار نہیں۔خاص

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

طور پر جب کہ خاوند کو مقدمے کا علم نہیں، نہ اس کا موقف سنا گیا ہے۔ اس قسم کے فیصلے کے نتیجے میں عورت پہلے خاوند سے الگ نہیں ہوتی۔ نہ کسی اور مرد کو اس سے نکاح کرنا حلال ہے۔ لٰہذا اس کی بنیاد پر کیا ہوا دوسرا نکاح لامحالہ فسخ قرار پائے گا۔

بعض شہری مفادات کے لئے پیپر میرج

❁ **سوال ۳** :ایک مسلمان کسی ملک میں مستقل رہائش کی اجازت حاصل کرنے کے لئے کسی عورت کو کچھ رقم دے کر اس سے نکاح کر لیتا ہے، لیکن نہ اس سے اِزدواجی تعلقات رکھتا ہے، نہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس شخص کے بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح اگر عورت یہ کام کرے تو کیا یہ گناہ ہے؟ یا یہ مسلمان مردوں اور عورتوں کی زندگی میں سہولت پیدا کرنے کے لئے جائز ہے؟ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی روشنی میں اس کا کیا حکم ہے کہ جس نے مذاق میں نکاح کیا یا طلاق دی، وہ اس کے لئے لازم ہو جائے گا؟

جواب: شریعت میں نکاح کا معاہدہ ہمیشہ اکٹھے رہنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد باہمی آرام وسکون، پاک دامنی اور اولاد کا حصول ہے۔ اس معاہدے کے نتیجے میں فریقین پر ایک دوسرے کے حقوق وفرائض عائد ہوتے ہیں۔ نکاح کے معاہدے کو اس میدان سے خارج کرنے کی ہر کوشش شارع کے مقصود سے انحراف ہے۔ اس نام نہاد شادی (Paper Marriage) کو صحیح نکاح تسلیم کیا جائے یا نہ کیا جائے، بہرحال اس میں بہت سی خرابیاں پائی جاتی ہیں، جن میں چند ایک یہاں ذکر کی جاتی ہیں:

- اگر اسے نکاح تسلیم کیا جائے تو اس کے بہت سے مفاسد سامنے آتے ہیں مثلاً بے غیرتی کو قبول کرنا اور بیوی کا اس کے ماتحت نہ ہونا۔ کیونکہ اس صورت میں خاوند کو بیوی پر کوئی اختیار نہیں ہوتا، نہ اسے اس کی حرکات کا کوئی علم ہوتا ہے۔ وہ اسے دوسرے مردوں کے ساتھ دوستی لگانے سے منع کرنے کا حق نہیں رکھتا۔
- اس سے نسب محفوظ نہیں رہتا۔ اس دوران اگر عورت سے اولاد ہو جائے تو وہ افراد خاوند کے خاندان میں شامل ہو جاتے ہیں جو اصل میں اس سے نہیں، وہ قانونی پہلو سے

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

اِزدواجی تعلقات کی وجہ سے اس کے بچے کہلاتے ہیں۔

- علاوہ ازیں یہ معاہدۂ نکاح متعہ سے مشابہ ہے جو بالاتفاق حرام ہے۔یعنی جب وہ اس بات پر اتفاق کرلیتے ہیں کہ رہائش کی قانونی اجازت ملتے ہی ان کے اِزدواجی تعلقات ختم ہوجائیں گے تو یہ متعہ بن جاتا ہے۔

جب ایک مسلمان خاتون کسی غیر مسلم مرد سے اس قسم کا معاہدہ کرتی ہے تو معاملہ زیادہ شنیع اور حرام ہوجاتا ہے، کیونکہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح کرنا حرام ہے اور اس قسم کا نکاح کالعدم ہے۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر مرد اس سے مقاربت کی خواہش ظاہر کرے تو عورت خود کو گناہ سے محفوظ نہ رکھ سکے۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان قانونی طور پر شوہر بیوی کا تعلق ہے، اور اس تعلق میں اس کا پہلو کمزور ہے، اور عورت کی یہ خواہش بھی ہوگی کہ مرد کو ناراض نہ کرے تاکہ اس کی اس ملک میں رہائش کی اجازت ختم نہ ہوجائے۔

اگر اسے نکاح تسلیم نہ کیا جائے تب بھی مفاسد کا ایک سلسلہ موجود ہے۔مثلاً نکاح کے مقدس بندھن کی بے حرمتی اور اس کے شرعی مقاصد سے خروج، جھوٹ اور دھوکا جس کا کوئی جواز نہیں، فتنہ کا شدید احتمال، کیونکہ ان کے درمیان قانونی تعلق اُنہیں ایک دوسرے سے ناجائز تعلق قائم کرنے کی طرف راغب کرسکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس (کاغذی) شادی میں ایسے حرام اُمور پائے جاتے ہیں جن میں اللہ اور قیامت پر ایمان رکھنے والا مؤمن کسی کوتاہی کے ارتکاب کی جرأت نہیں کرسکتا۔ ایسی حرکت وہی کرسکتا ہے جس کا نہ دین ہے، نہ اخلاق نہ شرافت۔

☜ سوال میں جو حدیث مذکور ہے وہ ان الفاظ کے ساتھ تو ہمارے علم میں نہیں، البتہ دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے، مثلاً تین کام ایسے ہیں جن کا مذاق بھی حقیقت ہے، اور حقیقت بھی حقیقت ہے: نکاح، طلاق اور غلام آزاد کرنا۔

مسلمان کا امریکی عدالت میں کتابیہ عورت سے نکاح کرنا؟

❁ **سوال۴:** ایک مسلمان کسی مسلم ملک سے آ کر کسی کتابی عورت سے نکاح کرے جس

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

کا مقصد مستقل رہائش کی فوری اجازت حاصل کرنا ہو۔ عقدِ نکاح کے شرعی تقاضے پورے نہیں کئے جاتے۔ وہ اکٹھے رہتے ہیں اور ان کے ہاں اولاد بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس تعلق کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا سرکاری قانون کے مطابق نکاح کے بعد اسلامی نکاح کی ضرورت نہیں رہتی؟ اس نکاح کو درست کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ اسلام اس تعلق کے بارے میں کیا کہتا ہے جو کئی سال سے قائم ہے اور اس کے نتیجے میں اس شخص کی اولاد بھی پیدا ہوئی ہے؟

جواب: مسلمان مرد کا نکاح اہل کتاب کی کسی عورت سے جائز ہے بشرطیکہ وہ 'محصنہ' ہو۔ یہاں اِحصان کا مطلب زنا سے بچ کر پاک دامن زندگی گزارنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (النساء:۲۴)

''جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، ان کی پاک دامن عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔''

اس نکاح کے لئے ضروری ہے کہ اس میں اسلامی شریعت کے مطابق اَرکان وشروط کا لحاظ رکھا جائے۔ امریکی عدالت میں کیا ہوا نکاح کئی وجوہات کی بنا پر غیر معتبر ہے:

- کسی کا نکاح کرنا ولایت (سرپرستی) کی ایک صورت ہے۔ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان یہ تعلق معدوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَنْ يَّجْعَلَ اللهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مؤمنوں پر ہرگز راہ نہ دے گا۔''
- اس نکاح میں شرعی گواہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ (اس قانون میں) گواہ مقرر کرنا لازمی قرار نہیں دیا گیا اور (کاغذات میں) صرف ایک گواہ کی جگہ رکھی گئی ہے۔
- عورت کے ولی (سرپرست) کی عدم موجودگی۔ اکثر اہل علم کے نزدیک عورت کا نکاح اس کے سرپرست ہی کرسکتے ہیں۔ اگر ہم اس مسئلہ میں وہ حنفی مسلک بھی اختیار کرلیں جو عام طور پر مشہور ہے تو اس نکاح میں دوسری خرابیاں بہرحال موجود ہیں۔
- چونکہ صورتِ حال یہ ہے، لہٰذا مرد کو چاہئے کہ نئے سرے سے نکاح کرے جس میں شرعی ارکان وشروط کو پورا کرے۔ اس عقدِ فاسد کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کو اس مرد کی جائز اولاد تسلیم کیا جائے گا، کیونکہ اس تعلق میں عقدِ نکاح کا شبہ موجود ہے۔

© rasailojaraid.com

مغربی ممالک میں غیر مسلم عورتوں سے نکاح؟

❁ **سوال ۵**: کیا مغربی ممالک میں غیر مسلم عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے؟

جواب: حلال وہی ہے جسے اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے حلال قرار دیا ہے، اور حرام وہی ہے جسے اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے۔ اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اہل کتاب کی پاک دامن عورت سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے، اور فرمایا ہے: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''اور جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں۔'' اس مقام پر مُحصنات سے مراد بدکاری سے اجتناب کرنے والی عورتیں ہیں۔ لیکن اس کے بعد ان خرابیوں پر بھی غور کرنا ضروری ہے جو اس نکاح سے اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب وہ مغربی ممالک میں کیا جائے۔ بالخصوص موجودہ حالات میں جب کہ اُمتِ مسلمہ کی شان و شوکت ختم ہوچکی ہے۔ اور اس کے دشمن جیسے چاہتے ہیں اسے ظلم و ستم کا نشانہ بنا لیتے ہیں۔ یہاں تو پہلی بار اختلاف پیدا ہونے پر ہی خاوند انتہائی کمزور مقام پر کھڑا ہوتا ہے۔ مغربی ممالک تو اسے اپنے ظالمانہ قوانین اور ضابطے دکھاتے ہیں اور خود اس کی اپنی (مسلمان) حکومت بے دست و پا بن کر کھڑی رہتی ہے، اور اس کی ذرا برابر مدد نہیں کرسکتی۔ اس قسم کے حالات میں مسلمان مرد کو اس طرح کا نکاح کر لینے کا مشورہ نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں مثلاً اولاد کافروں کے ملک میں پروان چڑھتی ہے جس کا بُرا اثر ان کے حال اور مستقبل پر پڑتا ہے۔ اس وجہ سے وہ آزمائش میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ چیز انہیں کفر کے ملک میں مستقل رہائش رکھنے اور اس زندگی کو پسند کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں، جس سے وہ نفسیاتی طور پر آہستہ آہستہ مسلمانوں کی جماعت سے بالکل کٹ جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ نکاح حلال تو ہے لیکن مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔[1] احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے جو شخص مستغنی ہونا چاہے اللہ اسے مستغنی کردیتا ہے، اور جو پاک دامنی اختیار کرنا چاہے، اللہ تعالیٰ اسے پاک دامنی کے مواقع عطا فرما دیتا ہے۔

© rasailojaraid.com

☜ جو شخص اس قسم کی شادی پر مجبور ہو جائے، مثلاً نکاح نہ کرنے کی صورت میں اسے بدکاری میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہے تو اس کے لئے بہتر ہے کہ نکاح کے بعد منع حمل کے طریقوں پر عمل کرے[۲] اور بچے پیدا کرنے سے پہلے اچھی طرح غور وفکر کرلے، کیونکہ ان حالات میں اس کے ہونے والے بچوں کو دین کے بارے میں بہت سے فتنوں کا سامنا کرنا پڑے گا، جن کے ذرائع اس سے بالکل قریب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ واللہ أعلم

مسلمان مرد کا ہندو عورت سے نکاح؟

❁ **سوال ٦**: کیا مسلمان مرد کے لئے ہندو عورت سے نکاح کرنا جائز ہے؟

جواب: مسلمان مرد ہندو عورت سے نکاح نہیں کرسکتا، کیونکہ وہ عورت نہ مسلمان ہے نہ اہل کتاب۔ اور مسلمان مرد کے لئے صرف مسلمان یا اہل کتاب کی عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔ دوسرے مشرک مذاہب مثلاً گائے کی پوجا کرنے والے، آتش پرست، بت پرست اور شیطان کے پجاری وغیرہ کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔'' دوسری مشرک عورتوں سے نکاح کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلاَ تَنْكِحُوْا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ﴾ ''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔ مشرک عورت سے مؤمن لونڈی بہتر ہے خواہ وہ (مشرک عورت) تمہیں اچھی لگتی ہو۔'' اس لئے ہندو عورت سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ وہ نہ مسلمان ہے اور نہ اہل کتاب میں سے ہے۔ واللہ أعلم

---

① سوال چونکہ عام غیر مسلم عورت کے بارے میں ہے اور جواب میں صرف کتابیہ عورت کو سامنے رکھا گیا ہے جواب میں اس امر کی وضاحت ہونی چاہیے تھی کہ کتابیہ کے علاوہ دیگر غیر مسلم خواتین سے نکاح مطلقاً حرام ہے۔ جیسا کہ آنے والے سوال کے جواب میں تصریح ہے۔ (مدنی)

② ایسا شخص روزہ بھی رکھ سکتا ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح کرنا؟

❁ **سوال ۷**: بعض اوقات ایک لڑکی اپنے والدین کی اطاعت نہ کرتے ہوئے کسی غیر مسلم سے نکاح کرلیتی ہے۔ اس نکاح میں چونکہ اسے قوانین اور سرکار کی حمایت حاصل ہوتی ہے، اس لئے باپ کچھ نہیں کرسکتا۔ ایک بڑے عالم کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آچکا ہے جو ایک عرب اسلامی ملک میں ایک بڑی عربی یونیورسٹی کے چیئرمین تھے۔

اس لڑکی کے گھر والے شریعت کی روشنی میں اس سے کس قسم کے تعلقات رکھ سکتے ہیں؟ کیا اس کے گھر والے اس سے لاتعلقی کا اعلان کرسکتے ہیں؟ یا وہ اس لڑکی سے اور اس کے خاوند سے اس اُمید پر تعلقات رکھ سکتے ہیں کہ شاید وہ مسلمان ہوجائے؟ اگر وہ مرد واقعی مسلمان ہوجائے تو کیا اس کا دوبارہ نکاح کرنا ہوگا جب کہ پہلے ان کا نکاح امریکی قانون کے تحت ہوا ہے جس میں صحیح اسلامی نکاح کی شرائط ملحوظ نہیں رکھی گئیں۔

جواب: اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مسلمان کا غیر مسلم مرد سے نکاح باطل اور کالعدم ہے۔ قرآن، حدیث اور اجماع سے اس کے بے شمار دلائل ملتے ہیں۔ لہٰذا اس مشکل میں مبتلا خاندان کا اس لڑکی کے بارے میں ایک واضح موقف ہونا چاہئے جس کی وجہ سے وہ اللہ کے ہاں بریٔ الذمہ ہوسکے، وہ اللہ اور لوگوں کے سامنے گواہی دے سکے کہ اس لڑکی کے عمل سے اس کا کوئی تعلق نہیں، نہ اسے یہ عمل پسند ہے۔ اس کے باوجود اگر اس مصیبت زدہ خاندان کے چند افراد اس باغی لڑکی سے اور اس کے دوست سے رابطہ رکھیں اور کوشش کریں کہ لڑکا مسلمان ہوجائے یا لڑکی تائب ہوجائے۔ کیونکہ توبہ کی گنجائش باقی ہے اور اس کے دروازے مغرب سے سورج طلوع ہونے (قیامت) تک کھلے ہیں اور بندے کی توبہ اس کی جان حلق میں پہنچنے سے پہلے بھی قبول ہوسکتی ہے۔ پھر اگر لڑکا مسلمان ہوجائے تو نئے سرے سے نکاح کرنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ پہلا نکاح غیر شرعی اور کالعدم ہے۔

اس نکاح سے پہلے ایک حیض آنے تک انتظار کرنا ضروری ہے تاکہ واضح ہوجائے کہ عورت کے پیٹ میں گذشتہ تعلقات کے اثرات نہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ حلال اور حرام

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

آپس میں گڈمڈ نہیں ہوں گے۔ واللہ أعلم

مسلمان عورت کا غیر مسلم کے نکاح میں رہنا؟

❁ **سوال ۸**: کیا مسلمان ہوجانے والی عورت غیر مسلم مرد کے نکاح میں رہ سکتی ہے، جبکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس میاں بیوی کے ہاں اولاد بھی ہوجاتی ہے؟

جواب: جب عورت مسلمان ہوجائے، اور مرد غیر مسلم رہے تو ان کے درمیان اِزدواجی تعلقات جائز نہیں رہتے۔ اسے چاہئے کہ اس مرد سے پردہ کرے، اس کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے، اس سے صنفی تعلق قائم نہ کرے۔ جب تک عدت نہیں گزر جاتی، ان کا نکاح موقوف رہتا ہے۔ اگر عدت کے دوران مرد مسلمان ہوجائے تو ان کا پہلا نکاح قائم ہے، نئے سرے سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، اور اگر وہ اس دوران مسلمان نہیں ہوا تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اب وہ جس مرد سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلاَ تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ، لاَ هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلاَهُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ﴾ (الممتحنۃ:۱۰)

''اگر وہ تمہیں مؤمن معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو، یہ ان کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں۔''

بعض علما کی یہ رائے ہے کہ اگر عورت اپنے خاوند کے اسلام کا انتظار کرنا پسند کرے، تو عدت گزرنے کے بعد بھی نکاح موقوف رہے گا۔ جب بھی اس کا خاوند مسلمان ہوگا، وہ دوبارہ اس کی بیوی بن جائے گی، نئے سرے سے نکاح کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ اس کی دلیل کے طور پر (رسول اللہ ﷺ کی بیٹی) حضرت زینبؓ کا واقعہ بیان کرتے ہیں، جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کے خاوند حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ کے اسلام لانے پر دوبارہ ان کے ہاں بھیج دیا تھا اور نئے سرے سے نکاح بھی نہیں کیا تھا۔ حضرت ابوالعاصؓ مسلمان عورتوں سے مشرک مردوں کا نکاح حرام ہونے کا حکم نازل ہونے سے دوسال بعد مسلمان ہوئے تھے۔

☜ خلاصہ یہ ہے کہ اِزدواجی تعلقات عورت کے اسلام لانے کے بعد فوراً حرام ہو جاتے ہیں۔ البتہ نکاح کے باقی رہنے کے بارے میں مختلف آرا ہیں۔ بعض علماء کرام کے

© rasailojaraid.com

نزدیک نکاح فوراً فسخ ہوجاتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ عدت ختم ہونے تک موقوف رہتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اگر عورت انتظار کرنے کا فیصلہ کرلے تو وہ مرد کے مسلمان ہونے تک موقوف رہتا ہے۔ واللہ اعلم

خُلع کے قواعد اور طریقہ کار

❁ **سوال ۹**: اگر عورت اپنے خاوند سے خُلع لینا چاہے تو اس ملک میں امام کو کن قواعد وضوابط کا خیال رکھنا چاہیئے؟

جواب: اُصولی طور پر خُلع کے ذریعے عورت کو آزاد کرنا مرد کا حق ہے۔ لہٰذا اس معاملے کو اسے شریک کئے بغیر حل نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہی حق رکھتا ہے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں رکھے یا چھوڑ دے۔ لیکن بعض حالات میں قاضی کی مداخلت کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً اگر خاوند زیادتی کرتا ہے اور عورت کے تفریق کے مطالبہ کو تسلیم نہیں کرتا، تب قاضی ان میں صلح کرانے یا تفریق کرانے کے لئے مداخلت کرتا ہے۔ اگر وہ ان کے درمیان صلح کرانے کی کوشش میں ناکام ہوجائے تب وہ خاوند کو حکم دے گا کہ خُلع کرلے۔ اگر خاوند انکار کرے تو قاضی اس کی طرف سے خُلع کا فیصلہ کرکے عورت کو نکاح کی پابندی سے آزاد کردے گا۔ اسی طرح اگر خُلع کا مطالبہ پیش ہونے کے بعد مرد روپوش ہوجائے یا اپنا پتہ چھپالے، اور اس سے رابطہ کرنا ممکن نہ ہو، تو بھی یہی حکم ہے۔

لیکن قاضی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کا مداخلت کرنا (طلاق کے) حسبِ معمول طریقے کے خلاف ہے۔ لہٰذا اسے چاہیئے کہ خاوند کا کوئی عذر باقی نہ رہنے دے۔ اسے اطلاع دے کہ اس کی بیوی نے خُلع کا مطالبہ کیا ہے اور اسے حکم دے کہ اس کا مطالبہ تسلیم کرلے۔ دو تین بار اس طرح کرے۔ ہر دفعہ اس کے لئے مناسب مدت کا تعین کرے اور یہ یقین حاصل کرے کہ خاوند کو اطلاع مل چکی ہے اور مرد کے لئے جو مدت مقرر کی گئی ہے وہ غور وفکر کے لئے اور سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ جب کہ حسبِ امکان صلح کی کوشش کا فرض بھی ادا کیا ہو۔ اگر وہ ان سب کوششوں کے بعد بھی ناکام ہوجائے، تو عورت سے ضرر دور

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

کرنے کے لئے آخر کار مداخلت کر کے معاملہ کو انجام تک پہنچا دے۔

☜ بعض اسلامی مراکز عورت کی شکایت سنتے ہی فوراً خُلع کا فیصلہ دے دیتے ہیں۔ خاوند تک پہنچنے اور اس کا موقف معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور اسے خُلع کا حق خود استعمال کرنے کا موقع نہیں دیتے۔ یہ ایک غلط قسم کی جلد بازی ہے، جس کا ارتکاب کرنے والا گنہگار ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس صورت میں خُلع واقع ہی نہیں ہوگا تو شاید غلط نہ ہو۔

بیوی کا شوہر سے خُلع کا مطالبہ

❁ **سوال ۱۰**: ایک امریکی مسلمان خاتون نے میرے پاس آکر اپنے خاوند کی بدسلوکی کی شکایت کی، اور خلع کے ذریعے الگ ہونا چاہا۔لیکن اس کا خاوند انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے، اور وہ اس کے بچوں کی ماں ہے۔عورت کہتی ہے یا مجھ سے خلع کرلو، ورنہ میں اسلام چھوڑ کر مرتد ہوجاؤں گی۔ اس صورت میں کیا اسے خلع کے ذریعے الگ کرنا ضروری ہے؟ اور کیا امام قاضی کے طور پر یہ فیصلہ نافذ کرسکتا ہے؟

جواب: سب سے پہلے ہم نومسلم خواتین کے خاوندوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ ان سے اچھا سلوک کریں، اور ان کے لئے آزمائش کا باعث نہ بنیں۔ یہ بڑا بھیانک گناہ ہے۔اس سے بڑی برائی اور کیا ہوسکتی ہے کہ مسلمان مرد ایک مسلمان عورت کے مرتد ہونے کا سبب بن جائے......!

☜ ہم عورت کو بھی نصیحت کرتے ہیں کہ اس کا قبول اسلام تذبذب پر مبنی نہیں ہونا چاہئے کہ اگر راحت حاصل ہو تو وہ دین پر قائم رہے، اور اگر کوئی مشکل آجائے تو اُلٹے پاؤں پھر جائے، یہ دنیا اور آخرت کا خسارہ ہے۔ اسے سمجھنا چاہئے کہ اصل اسلام اور چیز ہے اور مسلمان کہلانے والے بعض افراد جو خواہشِ نفس یا جہالت کی بنا پر حرام کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں تو وہ ان کا ذاتی فعل ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔اسے چاہئے کہ جھگڑے اور مشکلات کی صورت میں اپنے دین کو سودے بازی کا ذریعہ نہ بنائے۔سچا مؤمن وہ ہے جو کفر سے نجات پانے کے بعد دوبارہ کافر ہونے سے اتنی نفرت کرتا ہے، جس طرح اسے آگ

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

میں پھینک دیا جانا انتہائی ناگوار ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہناتی ہے تو اس کی نحوست اور سزا کا نشانہ دنیا اور آخرت میں وہ خود ہوگی۔ اس کی ذمہ داری اسی کے کندھوں پر ہوگی۔ ہم اس خاتون کو، اور تمام دوسری خواتین کو بھی، نبی اکرم ﷺ کا وہ ارشاد مبارک یاد دلانا چاہتے ہیں:

''جس عورت نے خاوند سے بلا وجہ طلاق مانگی، وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گی۔''

☜ ان ضروری باتوں کے بعد ہم کہتے ہیں: مذکورہ صورتِ حال میں اگر خاوند اسے اپنی طرف مائل کرنے میں اور خلع کے مطالبہ سے روکنے میں کامیاب نہیں ہوسکا تو اسے چاہئے کہ عورت کے خلع کا مطالبہ تسلیم کرلے۔ اس کے لئے جائز نہیں کہ اسے تنگ کرنے کے لئے اپنے نکاح میں رکھے، اور نہ کسی کو اس گناہ میں اس کی مدد کرنی چاہئے۔ اگر وہ اسے اچھی طرح رکھ نہیں سکا، تو کم از کم اچھی طرح آزاد کرنے سے تو اسے عاجز نہیں ہونا چاہئے۔ اِزدواجی زندگی کے دو پہلو ہیں: إمساك بمعروف (اچھے طریقے سے رکھنا) یا تسریح بإحسان (اچھے طریقے سے چھوڑ دینا) اور تیسری کوئی صورت جائز نہیں۔

☜ اسلامک سنٹرز (جو غیر مسلم ممالک میں قائم ہیں) رائج قوانین کی حدود میں ظالم خاوند کی طرف سے عورت کو طلاق دینے کا حق رکھتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے صلح صفائی کے لئے تمام مطلوبہ کارروائی مکمل ہونا ضروری ہے اور فریقین کو کافی مہلت ملنی چاہئے تاکہ وہ جذباتی طوفانوں اور غلبہ خواہشات کی ہنگامی کیفیات سے نکل کر اپنے اپنے موقف پر نظر ثانی کرسکیں۔ اس معاملے میں فیصلہ کرنے والے اہل علم کو جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے۔

موجودہ دور کی عدالتیں جو اپنا فیصلہ نافذ کرنے کی قوت رکھتی ہیں، وہ بھی فریقین کو مناسب مہلت دیتی ہیں، اور جان بوجھ کر لمبی مدت کی تاریخ دیتی ہیں تاکہ فریقین میں سے ہر ایک سمجھ بوجھ والا راستہ اختیار کرسکے۔ کسی سنٹر کے انچارج کی یہ غلطی ہوگی کہ وہ خلع کا مطالبہ کرنے والی ہر عورت کے حق میں جلدی سے فیصلہ دے دے اور مقدمہ کے فریقین کو اتنی مناسب مدت مہیا نہ کرے جس سے اسے ظن غالب حاصل ہوجائے کہ اس نے اپنا فرض ادا

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

کردیا ہے اور اسے یقین ہوجائے کہ ان دونوں کا مل جل کر رہنا مکمل طور پر ناممکن ہوچکا ہے اور ان کے درمیان تعلقات میں واقع ہونے والی خرابی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اس کی اِصلاح کی اُمیدنہیں رہی۔ عَلَیٰ اللہ تی علم

خاوند کی قید کی صورت میں بیوی کتنی مدت انتظار کرے؟

❁ **سوال ۱۱**: بہت سی نومسلم خواتین کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آتا ہے کہ خاوند کو پانچ دس سال کے لئے قید کی سزا مل جاتی ہے اور وہ اپنے اس (قیدی) خاوند سے طلاق لینا چاہتی ہیں۔ بعض اوقات عورت صاف کہہ دیتی ہے کہ اگر اسے طلاق نہ دلوائی گئی تو وہ ناجائز تعلقات قائم کرنے پر مجبور ہوجائے گی۔ لہٰذا کتنی مدت کے بعد طلاق یا فسخ نکاح کا فیصلہ دینا چاہئے؟ جب کہ صورتِ حال یہ ہے کہ ایک عام امریکی خاتون اپنے جذبات پر چھ ماہ سے زیادہ قابو نہیں رکھ سکتی۔

اسی طرح اگر خاوند کہیں چلا جائے اور معلوم نہ ہوسکے کہ وہ کہاں ہے تو کتنی مدت کے بعد عورت کے حق میں طلاق کا فتویٰ جاری کرنا چاہئے؟

جواب: جب خاوند قید ہوجائے اور عورت صبر نہ کرسکے تو اسے طلاق کا مطالبہ کرنا جائز ہے، خواہ اس کے اخراجات کے لئے خاوند کا مال موجود ہو۔ جو شخص جیل میں ہو، یا حبس بے جا میں ہو، جس کی وجہ سے اس کی بیوی اس سے نکاح کے فوائد حاصل نہ کرسکتی ہو، اس کا حکم گم شدہ آدمی کی بیوی کا ہے[①]، اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ البتہ یہ مسئلہ اجتہاد پر مبنی ہے کہ عورت کو

---

① قیدی کے متعلق امام ابن قدامہ مغنی (۱۱/۲۴۷) میں فرماتے ہیں: وأجمعوا على أن زوجة الأسير لاتنكح حتى تعلم يقين وفاته کہ "فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ قیدی کی بیوی (از خود آگے) نکاح نہیں کرسکتی حتیٰ کہ اسے خاوند کی وفات کا یقینی علم ہو۔"ا

البتہ طویل قید کے ضرر کے پیش نظر خاوند سے طلاق یا خُلع کا مطالبہ کرسکتی ہے۔ اگر خاوند اس پر اتفاق نہ کرے تو عدالت یا پنچایت کے ذریعہ نکاح فسخ کراسکتی ہے۔ (مدنی)

② حضرت عمرؓ مفقود الخبر کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی بیوی چار سال تک انتظار کرے اور بعد میں عدت وفات گزارے۔ ایسا کرنے سے وہ آگے نکاح کرنے کے لیے حلال ہوجائے گی۔ یہ موقف دیگر بعض صحابہ سے بھی مروی ہے۔ امام بخاریؒ نے حدیثِ لقطہ اور دیگر بعض آثار کی وجہ سے مدتِ انتظار ایک سال کافی سمجھی ہے۔ (مدنی)

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

کتنے عرصہ بعد طلاق کا مطالبہ کرنے کی اجازت ہے؟

امام مالکؒ کی رائے میں ایک سال کی مدت میں حصولِ ضرر اور عورت کو تنہائی کا شدید احساس ہوجاتا ہے، جس کی بنا پر وہ فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا حق رکھتی ہے۔ بعض دوسرے علما نے تین سال کی مدت بیان کی ہے[۲]۔ امام احمد بن حنبلؒ سے روایت ہے کہ عورت کو چھ ماہ بعد تفریق کا مطالبہ کرنے کا حق ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ قول زیادہ ٹھیک ہے کیونکہ عورت اپنے خاوند کی غیر موجودگی پر زیادہ سے زیادہ اتنی مدت ہی صبر کرسکتی ہے۔ یہ حضرت عمر فاروقؓ کا اجتہاد ہے جو انہوں نے نافذ فرمایا تھا۔ چنانچہ (اس مدت کے بعد) پہلے تو خاوند سے مطالبہ کرنا چاہئے ، کیونکہ نکاح کا باقی رکھنا یا طلاق دینا اس کا اختیار ہے۔ اگر وہ اس مطالبے کو تسلیم کرلے تو مسئلہ حل ہوگیا۔ اگر وہ اسے نکاح میں رکھنے پر مصر ہو تو عورت اگر مسلمانوں کے ملک میں ہو تو عدالت میں دعویٰ دائر کرے اور اگر غیر مسلم علاقے میں ہے تو اسلامی مرکز سے رجوع کرے۔ مسلمان کمیونٹی جس شخص کو ان معاملات کے فیصلے کرنے کے لئے مقرر کرتی ہے، وہ اس عورت کو طلاق یافتہ قرار دے سکتی ہے جسے اس کا خاوند محض تنگ کرنے کے لئے نکاح میں رکھے ہوئے ہے۔ لیکن اس سے پہلے حالات و واقعات کی مکمل تحقیق کی جانی ضروری ہے اور ضرورت پڑے تو مناسب مدت مقرر کی جاسکتی ہے۔

☜ اگر خاوند گم ہوجائے اور معلوم نہ ہوسکے کہ وہ کہاں ہے تو اس صورت میں عورت کو طلاق طلب کرنے کا حق ہے۔ قاضی کو، یا جسے کمیونٹی ان معاملات کے فیصلے کرنے کے لئے مقرر کرتی ہے۔ اسے چاہئے کہ صورتِ حال کی اچھی طرح تحقیق اور چھان پھٹک کرے، اور گواہی وغیرہ طلب کرے۔ اگر دعویٰ ثابت ہوجائے تو ان کے درمیان تفریق کا فیصلہ دے دے۔ اس صورت میں بھی مدت کے بارے میں وہی تفصیل ہے جو قیدی کے بارے میں بیان ہوچکی ہے۔

پہلی بیوی سے خاوند کی بے رُخی؟

❁ **سوال ۱۲**: تین سال پہلے میں نے شمالی افریقہ کے ایک آدمی سے شادی کی تھی۔

© rasailojaraid.com

نکاح کے موقع پر ہم دونوں کے خاندانوں کا کوئی فرد موجود نہیں تھا۔ البتہ بعض دوسرے حاضرین موجود تھے۔ نکاح اور ولیمہ مختصر وقت میں ہوگیا۔ اس وقت میں دوسرے مقام پر زیر تعلیم تھی۔ چند سال گزرنے کے بعد میری تعلیم مکمل ہوگئی اور میں اس کے ساتھ کینیڈا جانے کے لئے تیار ہوگئی۔ تب غیر متوقع طور پر اس نے کہا کہ ''تمہیں الگ سے ویزا کی درخواست دینا پڑے گی، اور میں وطن پہنچ کر تمہاری کفالت کرنے پر تیار نہیں ہوں، اور ممکن ہے وہاں مجھے اپنے گھر والوں کو خوش کرنے کے لئے ایک اور شادی کرنی پڑے۔'' حالانکہ اس کے خاندان نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا کہ انہیں ہماری شادی کی وجہ سے کوئی مشکل درپیش ہے۔

مجھے تو اس کا دوسری بیوی سے تعلق رکھنے کا خیال بہت نکما اور ہلکا محسوس ہوتا ہے جبکہ وہ پہلی بیوی کا خیال نہیں رکھتا۔ وہ مجھے خرچ بھی نہیں دیتا۔ ہمارا آپس میں رابطہ زیادہ تر انٹرنیٹ کے ذریعے ہوتا ہے۔ مجھے اس کے اس طرزِ عمل سے سخت دکھ پہنچتا ہے۔ مجھے اس کی دوسری شادی پر کوئی اعتراض نہیں بشرطیکہ وہ اپنی پہلی بیوی کے حقوق ادا کرے، یا اس کا کوئی ایسا پروگرام ہو کہ مجھے اپنے ساتھ لے جائے، تاکہ میں اس کے ساتھ رہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ اس معاملے میں کوئی فیصلہ کرلوں۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ میرے ایمان اور طرزِ حیات کا امتحان ہے۔ تو کیا آپ کوئی مشورہ دے سکتے ہیں؟

جواب: ازدواجی زندگی کے متعلق دو ہی راستے ہیں: یا اچھے طریقے سے رکھنا، یا اچھے طریقے سے چھوڑ دینا۔ خاوند اور بیوی دونوں کے حقوق بھی ہیں اور فرائض بھی۔ جنہیں پورا کرنا ضروری ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوسکتا ہے کہ عورت اپنے خاوند کی بے رخی محسوس کرے تو اپنے کچھ حقوق سے دست بردار ہوجائے، مثلاً باری کا حق یا خرچ کا حق وغیرہ۔

☜ خلاصہ یہ ہے کہ آپ کو اپنے خاوند کے ساتھ بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ جذبات سے ہٹ کر بات کرنی چاہئے۔ دونوں فریق کھلے دل سے صاف صاف بات کریں، اور ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھیں۔ اگر دونوں کو محسوس ہو کہ وہ اللہ کے احکام کی حدود میں یہ تعلق قائم رکھ سکتے ہیں (خواہ مکمل حقوق کی ادائیگی کی ساتھ یا اس کم سے کم حد تک اتفاق کرکے جو

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

فریقین کے لئے قابل قبول ہو) تو یہ بہت بہتر ہے۔ دونوں کو اس مقصد کے لئے پوری کوشش کرنی چاہئے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ دونوں یہ تعلق قائم نہیں رکھ سکتے، بلکہ ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کی کوشش کررہے ہیں اور ہر ایک کا اپنا اپنا منصوبہ ہے تو پھر یہی بہتر ہے کہ اچھے طریقے سے جدائی اختیار کرلیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللهُ كُلًّا مِنْ سَعَتِهٖ﴾

''اگر وہ الگ الگ ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی فراخی کے ذریعے مستغنی کردے گا''

ناجائز تعلق کو شرعی نکاح میں تبدیل کرنا؟

❁ **سوال ۱۳:** ایک مسلمان مرد نے ایک غیر مسلم عورت سے ناجائز تعلق قائم کیا، جس سے حمل قرار پاگیا۔ حمل کے پانچویں مہینے میں مسلمان مرد اسلامک سنٹر میں آیا۔ اس کی خواہش تھی کہ اس عورت سے باقاعدہ نکاح کرکے تعلقات کو جائز کرلے۔ پھر اس نے امام سے درخواست کی کہ نکاح کی تاریخ حمل سے پہلے کی درج کی جائے تاکہ وہ مسلمانوں میں بدنام نہ ہو، کیا امام ان دونوں کا آپس میں نکاح کرسکتا ہے؟ اور نکاح کی وہ تاریخ درج کرسکتا ہے جو خاوند کا مطالبہ ہے؟

جواب: علماے کرام نے زانیہ سے نکاح حلال ہونے کی دو شرطیں بیان فرمائی ہیں:

① وہ زنا سے توبہ کرے۔ ② رحم ناجائز تعلقات کے اثرات سے پاک ہو۔

اگر عورت اُمید سے ہو تو اس صورت میں علما کی آرا مختلف ہیں:

بعض علما کے نزدیک نکاح کرنا بھی حرام ہے اور اِزدواجی تعلقات قائم کرنا بھی حرام ہے۔ بعض کے نزدیک صرف ملاپ حرام ہے، عقدِ نکاح درست ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دونوں کام جائز ہیں جبکہ نکاح اسی عورت سے کرے جس سے زنا کیا ہے۔

توبہ میں مدد اور پردہ پوشی کے نقطہ نظر سے یہی آخری موقف زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے اسلامک سنٹر کے امام کے لئے ان کا نکاح کردینے میں کوئی حرج نہیں، تاکہ وہ توبہ کرسکیں۔ اور توبہ کرنے والوں کی پردہ پوشی کا شرعی مقصود حاصل ہوسکے۔

کاغذات میں پچھلی تاریخ درج کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان ملکوں میں بہت سی

© rasailojaraid.com

شادیاں زبانی ہوجاتی ہیں جنہیں سرکاری کاغذات میں درج نہیں کیا جاتا۔

زانیہ کے بچے کا مسئلہ اور اس کی نسبت؟

❁ **سوال ۱۴**: ایک واقعہ ہمارے علم میں آیا ہے کہ ایک مسلمان عورت سے ایک ہفتے کے اندر اندر کئی مردوں نے مباشرت کی۔ وہ اُمید سے ہوگئی، لیکن اسے معلوم نہیں کہ اس سے ہونے والے بچے کا باپ کون ہے؟ کیا وہ رسوائی کے ڈر سے اِسقاط کرا سکتی ہے؟ اس کی توبہ کا کیا حکم ہے؟ بچہ کس کی طرف منسوب ہوگا؟ بالخصوص ان علاقوں کے حالات کے تناظر میں اس مسئلہ کا شرعی حل بڑا ضروری ہے۔ جزاکم اللہ

جواب: بچے میں روح ڈالے جانے کے بعد اسقاط حرام ہونے پر علما کا اتفاق ہے، اگرچہ حالات کیسے ہوں، اور اگرچہ طبی معائنہ سے معلوم ہوتا ہو کہ بچہ بگڑی ہوئی صورت والا (مثلاً لنگڑا، تین ہاتھ والا) ہے۔ البتہ اگر قابل اعتماد سپیشلسٹ ڈاکٹروں کا بورڈ یہ فیصلہ کرے کہ حمل باقی رہنے کی صورت میں ماں کی جان کو یقینی خطرہ درپیش ہے تو اس وقت اسقاط جائز ہے۔ خواہ بچہ بگڑی ہوئی صورت والا ہو یا نہ ہو، تاکہ بڑے نقصان سے بچا جائے۔ صرف یہی ایک صورت ہے جس میں اس مرحلہ کے بعد بھی اسقاط کی گنجائش ہے۔

جان پڑنے سے پہلے اسقاط کے بارے میں فقہا کی آرا مختلف ہیں:

زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جان پڑنے سے پہلے بھی اسقاط اصلاً منع ہی ہے۔ کیونکہ وہ ایک مخلوق ہے جس کو زندگی ملنے والی ہے اور اس کے ابتدائی اسباب مہیا ہوچکے ہیں۔ اس وجہ سے اس کا حکم عزل سے مختلف ہے۔ البتہ اگر واضح مجبوری ہو تو اسقاط جائز ہوگا، تاہم مکروہ ہوگا۔ لہٰذا اس سوال کا دوٹوک جواب تو تبھی دیا جاسکتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ اس عورت کے پیٹ میں بچہ کتنی عمر کا ہے؟ اگر بچہ تخلیق کے ابتدائی مراحل میں ہے اور مفتی یہ محسوس کرتا ہے کہ عورت اپنے گناہ پر نادم ہے اور اپنی غلطی کی تلافی اور اصلاح چاہتی ہے اور اس فتویٰ کی وجہ سے اسے توبہ قائم رکھنے میں مدد ملتی ہے اور وہ اپنے ماحول سے ہم آہنگ ہوسکتی ہے، تب تو اُمید ہے کہ

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

اِسقاط میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔لیکن اگر وہ گناہ کے راستے پر بدستور رواں دواں ہے، پھر اسے اس کے حق میں یہ فتویٰ جاری کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے نئے گناہ کے ارتکاب کا راستہ کھل جائے گا، کیونکہ اسے رسوائی سے بچنے کا طریقہ معلوم ہو چکا ہے۔ البتہ توبہ کرنے والے کے لئے قبولیت کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے کہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کرلے، اور دن کو ہاتھ بڑھاتا ہے کہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرلے۔ وہ کسی کو اپنی رحمت سے مایوس نہیں کرتا، نہ کسی کے لئے توبہ کا دروازہ بند کرتا ہے۔ اللہ نے شرک، قتل اور زنا جیسے جرائم کا ارتکاب کرنے والے کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ لاَ يَدْعُوْنَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلاَ يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ وَلاَ يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا يُّضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُوْلٰئِكَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَّكَانَ اللهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (الفرقان:٦٨ تا٧٠)

''اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے، اور کسی ایسے شخص کو ناحق قتل نہیں کرتے، جسے قتل کرنا اللہ نے منع کردیا ہو، نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں، اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔ اسے قیامت کے دن دہرا عذاب دیا جائے گا، اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں، اور ایمان لائیں، اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔''

☜ باقی رہا بچے کا مسئلہ، تو بچہ ان مردوں میں سے کسی کی طرف منسوب نہیں ہوگا۔ نبی اکرمﷺ نے فرمایا: «الولد للفراش وللعاهر الحجر» ''بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کیلئے پتھر ہیں۔'' نیز نسب ایک نعمت ہے، اور نعمت گناہ کے ذریعے حاصل نہیں کی جاتی۔ البتہ وہ اس عورت کا بیٹا ہے کیونکہ اس کا ماں کا تعلق یقینی ہے۔ بدکاری کرنے والے مردوں میں سے کسی کا عورت سے جائز تعلق نہیں تھا۔ اس لئے وہ ان میں سے کسی کا بیٹا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

اِسقاطِ حمل کی صورت میں کفارہ کی مالیت؟

سوال ۱۵: میں نے حمل ساقط کروا دیا ہے۔ اب میں چاہتی ہوں کہ اس صورت میں جتنا صدقہ کرنا واجب ہے، ادا کر کے گناہ کا کفارہ دے دوں۔ میں غرّہ (غلام) کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ میری معلومات کے مطابق 'غرہ' کی قیمت بالغ انسان کی دیت کے پانچویں حصے کے برابر ہے۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ موجودہ حالات میں اس کی کتنی قیمت بنے گی؟

جواب: حمل ساقط کرنے سے ایک غرّہ یعنی غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا واجب ہوتا ہے۔ انہیں غرہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ انتہائی قیمتی مال ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہی فیصلہ ہے۔

> قبیلہ ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑ پڑیں۔ ایک نے دوسری کو پتھر دے مارا۔ جس سے وہ بھی مرگئی اور اس کے پیٹ کا بچہ بھی مر گیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا تو آنحضرت ﷺ نے یہ فیصلہ دیا کہ اس کے بچے کی دیت ایک غلام یا ایک لونڈی ہے۔ آپؐ نے عورت کی دیت کی ذمہ داری اس (قاتل عورت) کی برادری پر ڈالی، اور اس (مقتولہ) کی وراثت اس کی اولاد اور دوسرے اقارب کو عطا فرمائی۔ (متفق علیہ)

اس کے علاوہ صحیح سند سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اِسقاط کے بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپؐ نے اس قسم کے مقدمے میں ایک غرہ یعنی غلام یا لونڈی دینے کا حکم دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: آپ کوئی گواہ لائیں جو آپ کے ساتھ گواہی دے۔ تب محمد مسلمہؓ نے (اس کی تائید میں) گواہی دی۔'' (متفق علیہ)

☜ فقہا نے غرہ کی قیمت دیت کا بیسواں حصہ بیان کی ہے۔ یعنی پانچ اونٹ، یا سونے کے پچاس دینار یا چاندی کے چھ سو درہم۔ اس کی روشنی میں غرہ کی قیمت معلوم کی جاسکتی ہے۔ مثلاً یہ دیکھا جائے کہ ایک گرام سونے کی کتنی قیمت ہے۔ پھر اس قیمت کو پچاس سے ضرب دی جائے یا یہ معلوم کیا کہ ایک (اوسط درجے) کی اونٹنی کی قیمت کتنی ہے، پھر اسے پانچ سے ضرب دے لی جائے۔ اس طرح دیت کی رقم معلوم ہوجائے گی۔

© rasailojaraid.com

مال اور روزگار کے مسائل

شراب خانے کے مسلمان مالک کی دعوتِ طعام میں شرکت

❁ **سوال ۱۶:** کسی شراب خانے کا مالک یا اس میں کام کرنے والا مسلمان اپنے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو کھانے پینے کی دعوت دے تو کیا وہ اس کی دعوت قبول کر سکتے ہیں؟ یا ان کے لئے اس کے ساتھ مل کر کھانا پینا حرام ہے؟

جواب: اس شخص کے اقارب اور ہمسایوں کے لئے جائز ہے کہ اس کی دعوت قبول نہ کریں تاکہ اس سے ناراضگی کا اظہار ہو، اور اس کے گناہ سے لاتعلقی کا اعلان ہو، اور اسے یقین ہوجائے کہ وہ جس گناہ میں ملوث ہے، اس کی وجہ سے لوگ اسے حقیر سمجھتے اور نفرت کرتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل أمر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں شامل ہے جیسے جہاد سے پیچھے رہ جانے والے تین حضرات سے نبی اکرم ﷺ کے حکم سے بائیکاٹ کیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو اطلاع دی کہ ان کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ اس شخص کی دعوت قبول کر لی جائے لیکن اس کے ساتھ اسے نصیحت کی جائے اور اسے متنبہ کردیا جائے کہ اگر اس نے نصیحت قبول نہ کی تو آئندہ اس کی دعوت قبول نہیں کی جائے گی۔ ان دونوں میں سے جو طریقہ زیادہ مناسب محسوس ہو، جس سے اس کی اصلاح ہوجانے اور باطل سے باز آجانے کی زیادہ اُمید ہو، وہی طریقہ اختیار کرلیا جائے۔ اس مقام پر شارع کا ایک مقصد ہے اور وہ ہے گناہ میں ملوث شخص کا گناہ سے باز آجانا۔ اُصول یہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں جب شریعت کا مقصود واضح ہو، اور حصولِ مقصد کے متعلق ذرائع موجود ہوں، تو اس کے لئے وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جس سے مقصود حاصل ہونے کا زیادہ یقین ہو۔

تاہم یہ طعام بذاتِ خود حرام نہیں، اس کا گناہ کمانیوالے پر ہے۔ حرمت کا تعلق خود اس شخص کی ذات سے ہے۔ ناجائز کمائی کے ذریعے حاصل ہونیوالے ہر کھانے کا یہی حکم ہے۔

© rasailojaraid.com

البتہ اگر مال چوری یا غصب کے ذریعے حاصل کیا گیا ہو، اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس کا اصل مالک فلاں ہے تو اسے کھانا کسی کے لئے حلال نہیں۔ اس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مالک کو واپس کیا جائے۔اور جو شخص اس میں مدد کرسکتا ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ مال کی واپسی میں ممکن حد تک تعاون کرے۔ واللہ أعلم

حرام کمائی والے شخص کا صدقہ قبول کرنا؟

سوال ۱۷: کیا اسلامی مراکز و مدارس اس آدمی سے چندہ وصول کرسکتے ہیں جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ شراب یا خنزیر فروخت کرتا ہے؟ کیا امام یا مسجد کی انتظامیہ کے لئے اس سے چندہ مانگنا جائز ہے؟

جواب: شراب اور خنزیر کی خرید وفروخت کے قطعی حرام ہونے پر اجماع ہے۔اس گناہ کا ارتکاب کرنے والا بالاتفاق ظالم اور گنہگار ہے۔ اس کے قرب و جوار کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسے نصیحت کریں اور اس قدر ڈانٹ ڈپٹ کریں، اسے طریقے طریقے سے توجہ دلائیں کہ وہ اس حرکت سے باز آجائے۔ اس کے لئے یہ طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے کہ اس کو اہمیت نہ دی جائے اور اس کا صدقہ قبول نہ کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے منعقد کیے جانے والے اجلاس میں اسے مدعو نہ کیا جائے۔ بلکہ اس وقت تو یہ صورت اختیار کرنا ضروری ہوجاتی ہے جب اس کے غلط کام سے اعلانِ براءت، اور اس کے حرام ہونے کو پرزور طور پر واضح کرنے کا یہی مناسب طریقہ ہو۔ یا اس سے نرمی کرنے سے خطرہ ہو کہ وہ اس غلط فہمی کا شکار ہوجائے گا کہ صدقہ دے کر اس کا حرام کاموں کے ارتکاب کا گناہ معاف ہوجاتا ہے۔جیسے مسلمان ملکوں میں رقص و سرود سے روزی کمانے والی بعض عورتیں ماہِ رمضان میں اجتماعی افطاری کا بندوبست کرکے یہ سمجھ بیٹھتی ہیں کہ اس طرح وہ اپنے گناہوں سے پاک صاف ہوگئی ہیں، اگرچہ آئندہ کے لئے وہ اسی گناہ کو جاری رکھنے کا پختہ اِرادہ رکھتی ہوں۔ یا یہ خطرہ ہو کہ بعض عوام یہ سمجھ بیٹھیں گے کہ اس طرح ان کے لئے (گناہ پر قائم رہنے کی) گنجائش پیدا ہوسکتی ہے، یا یہ سمجھیں گے کہ ان کاموں سے منع نہیں کرنا چاہئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بدعت

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

ومعصیت کے مرتکب کو زجر وتوبیخ کرنے سے شریعت کا ایک مقصد حاصل ہوتا ہے، وہ یہ کہ ان مجرموں اور بدعتیوں کو منع کیا جائے، اورعوام کو متنبہ کیا جائے کہ ان جیسے کام نہ کریں۔ اور اُمت بھی بدعتوں اور خلافِ شریعت اعمال کے ارتکاب سے بچ جائے۔

اس علانیہ بائیکاٹ کے باوجود یہ درست ہے کہ کوئی عالم اسے نصیحت کرنے کے لئے خفیہ طور پر اس سے رابطہ قائم رکھے، یا خفیہ طور پر اس سے صدقہ وصول کرلیا جائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسے نصیحت بھی جاری رہے اور مسلمانوں کی اجتماعیت کے ساتھ اس کا تعلق نچلے درجے تک قائم رہے۔ تاکہ عام بائیکاٹ کی وجہ سے وہ مسلمانوں کی جماعت سے مکمل طور پر الگ ہوجانے کا فیصلہ نہ کرلے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس سے صدقہ وصول نہ کرنا أمر بالمعروف اور نهى عن المنکر کی ایک صورت ہے۔ یہ خود ان مالوں کو وصول کرنے کی حرمت کے قبیل سے نہیں۔ حرام کمائی سے حاصل ہونے والے حرام مال سے توبہ کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اس مال کو رفاہِ عامہ کے کسی کام میں خرچ کرکے اس سے جان چھڑا لے۔ لہٰذا توبہ کے بعد یہ مال آخر کار اسلامی اداروں کے پاس ہی آئیں گے تاکہ وہ آدمی حرام مال سے نجات پالے، یا اس کی کمائی میں خلافِ شریعت کاموں اور گناہوں کی جو ملاوٹ ہوگئی ہے، اس سے اپنے مال کو پاک کرلے۔ عَلَى اللہ تی علم

برائی میں تعاون کرنے والی ملازمت کا مسئلہ

❁ **سوال ۱۸:** ایک شخص ٹیکسی ڈرائیور ہے، اسے معلوم نہیں کہ اس کی گاڑی میں کون سوار ہوگا۔ کیونکہ اس کی بکنگ کمپیوٹر یا ٹیلیفون کے ذریعے ہوتی ہے۔ اگر اس کی ٹیکسی میں سوار ہونے کے لئے کوئی شخص شراب لے کر آجائے، یا کوئی عورت فسق و فجور کے مقام پر جانے کیلئے ٹیکسی لے، تو وہ اس کا مطالبہ پورا کرنے سے انکار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ انکار کی صورت میں اسے ملازمت سے جواب مل سکتا ہے۔ اس بارے میں اسلام کا حکم تفصیل سے بیان فرمائیں۔

جواب: اُصول یہ ہے کہ ہر وہ کام ممنوع ہے جس سے کسی گناہ میں مدد ملتی ہو۔ مثلاً

© rasailojaraid.com

شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور بیچنا منع ہے۔ ایسے شخص کو ہتھیار فروخت نہیں کیا جاسکتا جو اس کے ذریعے کسی بے گناہ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ کسی آدمی کو شراب نوشی کے لئے شراب خانے تک یا بدکاری کے لئے چکلے تک سواری مہیا نہیں کی جاسکتی۔ ان احکام کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدۃ:۲) ''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مددمت کرو۔''

لہٰذا اگر مسلمان ڈرائیور اگر ایسے کام سے بچ سکتا ہو، جس کے ذریعے گناہ میں تعاون ہوتا ہو، تو اسے ضرور بچنا چاہئے۔ اس صورت میں اسے رخصت تلاش کرنا جائز نہیں۔ لیکن اگر اس کے لئے ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو اسے لاچار (مضطر) قرار دیا جاسکتا ہے۔

اور اس کام کو شبہ والا سمجھنا چاہئے۔ ایسے واقعات کی قلت و کثرت کی بنا پر شبہ بھی ہلکا یا شدید ہوگا۔ یعنی اگر اس کے کام میں یہ (گناہ والی) کیفیت زیادہ ہے تو اس کا اثر اس کے کام کے جواز پر بھی پڑے گا اور ایسی ملازمت ناجائز ہوجائے گی۔ تب ضروری ہوگا کہ وہ کوئی دوسرا کام تلاش کرے، یا اس کام کے لئے ایسی جگہ تلاش کرے جہاں وہ اللہ کی رضا زیادہ حاصل کرسکتا ہو، اور اسے اس قسم کی صورتِ حال پیش آنے کے اِمکانات کم ہوں۔

زکوٰۃ کے مصارف

دعوتی سرگرمیوں کے لئے مالِ زکوٰۃ کا استعمال؟

سوال ۱۹: کیا امریکہ کے اسلامک سنٹرز کو زکوٰۃ دینا جائز ہے تاکہ وہ اپنے قرض ادا کرسکیں جو زمین کی خریداری، تعمیرات، یا کسی عمارت میں ضروری توسیع کی وجہ سے ان کے ذمہ ہیں، یا دوسرے قرض یا اُدھار چیزیں لینے کی وجہ سے یا سنٹر کے ضروری اخراجات پورے کرنے کے لئے حاصل کئے جاتے ہیں، خواہ یہ (اخراجات) تنخواہوں کی صورت میں ہوں، یا ٹیکسوں کی ادائیگی کی صورت میں، یا مرمت وغیرہ کے لئے یا اسلامی پروگراموں کو جاری رکھنے

© rasailojaraid.com

کے لئے ان کی ضرورت پڑتی ہو؟

جواب: اس سوال کے جواب میں علما کی مختلف آرا ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف میں (فی سبیل اللہ) کا مقصود متعین کرنے میں علما میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

- متقدمین میں سے اکثر علما 'فی سبیل اللہ' کو جہاد اور اس سے متعلق مصارف تک ہی محدود قرار دیتے ہیں۔ وہ اس میں مجاہدین کے علاوہ کسی اور کو شامل نہیں کرتے۔ کیونکہ جب یہ لفظ مطلق ہو تو اس سے مراد 'جہاد' ہی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر اس مصرف (فی سبیل اللہ) کے مفہوم کو عام کر دیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ باقی مصارف کالعدم ہو جائیں گے، یا ان کا الگ سے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔
- متاخرین میں سے بہت سے علما اس کو وسیع معنوں میں لیتے ہیں، اور اس میں عوامی بہبود کے تمام کاموں کو شامل کرتے ہیں۔
- ایک تیسرے فریق نے درمیانی راہ اختیار کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس مصرف سے صرف 'جہاد' مراد ہے۔ لیکن اسلام میں جہاد صرف قتال پر ہی نہیں بولا جاتا بلکہ اس میں زبانی جہاد اور اللہ کی طرف دعوت دینے کا جہاد بھی شامل ہے۔ یعنی 'جہاد' صرف تلوار سے جنگ کرنے کا نام نہیں۔ کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''مشرکین سے جہاد کرو، اپنے ہاتھوں کے ساتھ، اپنی زبانوں کے ساتھ اور اپنے مالوں کے ساتھ۔'' خصوصاً کافر ممالک میں، جہاں مسلمان جلاوطنی اور لادینیت کا شکار ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی کے تحت کام کرنے والی فقہی مجلس نے بھی جہاد کے اس وسیع تر مفہوم کی باقاعدہ تائید کی ہے۔ اور انہوں نے جہاد کے مفہوم میں اس طرح کی تمام سرگرمیوں کو شامل کیا ہے کیونکہ موجودہ حالات میں اس نوعیت کے کام جہاد کی ہی صورتوں میں داخل ہیں۔

☜ مندرجہ بالا اُمور کی روشنی میں ہمارے نزدیک اس مسئلہ میں راجح قول یہی ہے کہ اس مصرف میں غیر مسلم ممالک میں اسلام کی دعوت دینا بھی شامل ہے۔ اور ان ملکوں میں قائم ان دعوتی اور تعلیمی اداروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے جو ان ممالک میں مسلمانوں کو اسلام پر قائم

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

رکھتے ہیں اور غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ واللہ اعلم

دعوتی سرگرمیوں میں کمی بیشی کی بنا پر زکوٰۃ دینے میں ترجیح؟

❀ **سوال ۲۰**: ایک اسلامک سنٹر میں اسلامی مدرسہ یا دعوت وتبلیغ کا مرکز قائم ہے۔ جبکہ دوسرے اسلامک سنٹر میں صرف مسجد ہے جس میں نماز ادا کی جاتی ہے اور مسلمان کیمونٹی کو درس دیے جاتے ہیں، کیا زکوٰۃ ادا کرنے کے لحاظ سے ان دونوں میں فرق ہے؟

جواب: میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان اسلامی مراکز کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے جن کو اس کی ضرورت ہو، خواہ مرکز کو چلانے کے لئے یا اس کے قرض ادا کرنے کے لئے۔ لیکن اگر اللہ نے اسے مستغنی کیا ہو مثلاً اس کے اوقاف سے اتنی آمدنی حاصل ہوجاتی ہو، جس سے اس کے اخراجات پورے ہوسکتے ہوں، یا کوئی حکومت یا ادارہ وغیرہ اس پر خرچ کرنے کی ذمہ داری اُٹھائے ہوئے ہو، تو اس صورت میں مرکز کے لئے جائز نہیں کہ حاجت مندوں کے حق میں سے کچھ لے لے کیونکہ غنی آدمی کیلئے اور طاقتور صحت مند آدمی کے لئے صدقہ لینا حلال نہیں۔

بدعتیوں کی مساجد کے ساتھ تعاون؟

❀ **سوال ۲۱**: ان مساجد کے ساتھ تعاون کا کیا حکم ہے جن کی انتظامیہ کے ساتھ ہم فکری اور منہجی اختلاف رکھتے ہیں؟ کیا ان کیلئے چندہ جمع کرنے کے اجتماعات کا اعلان کرنا جائز ہے؟

جواب: جس شخص میں اللہ کے پسندیدہ اعمال بھی پائے جائیں، اور اللہ کے ناپسندیدہ اعمال بھی، اس سے ایک لحاظ سے دوستی رکھی جائے گی اور ایک لحاظ سے نفرت۔ اس سے دوستی اور محبت اس کے بنیادی طور پر مؤمن ہونے کی وجہ سے، نیک اور پابندِ شریعت ہونے کی بنا پر ہوگی، اور اس سے نفرت اس کے فسق و فجور یا بدعت کے مطابق ہوگی۔

یہ لوگ جو عقیدے میں بدعت پر قائم ہیں، ان سے اللہ اور رسول ﷺ پر بنیادی طور پر ان کے ایمان رکھنے کی وجہ سے محبت کی جائے گی۔ اس لئے انہیں کفار کے قابو میں نہیں جانے دیا جائے گا، مشکلات و مصائب میں ان کی فریاد رسی کی جائے گی۔ زندگی میں ان کے لئے ہدایت کی دعا کی جائے گی، اور ان کے مرنے کے بعد ان کے لئے رحمت کی دعا کی جائے

© rasailojaraid.com

گی۔ان کی بدعت اور گمراہی کی وجہ سے انہیں بدعت سے منع کیا جائے گا، ایسے مقام پر ان کی مدد نہیں کی جائے گی جہاں مدد کرنے سے ان کو بدعت کی ترویج کی طاقت حاصل ہو جائے اور وہ لوگوں کو گمراہ کرسکیں۔ ہوسکتا ہے کہ فائدہ اس طریقے میں ہو کہ لوگوں کو سنت پر عمل کرنے کی دعوت دی جائے اور اس کے بنیادی مسائل کی تعلیم دی جائے۔

اور کسی شخص یا ادارے کو نشانہ نہ بنایا جائے۔ اس سے اُمید ہے کہ بعض افراد حق کی طرف آجائیں اور ایک قبلہ کو ماننے والوں کے درمیان دشمنی اور نفرت پیدا نہ ہو، جب کہ حالات ایسے نازک ہیں کہ باہمی اتفاق اور اتحاد کی شدید ضرورت ہے۔ لہٰذا ایسے مقام پر ان کی مدد کی جائے گی جہاں انہیں فوری امداد کی ضرورت ہو مثلاً کسی مسجد پر غیر مسلموں کے قبضے کا خطرہ ہو، یا ان کی طرف سے اس کے بند کردیے جانے کا اندیشہ ہو۔ ایسے مواقع پر مسجد کا بدعتی مسلمانوں کے زیر انتظام کھلی رہنا، اس کے غیر مسلموں کے قبضے میں چلے جانے سے بہتر ہے۔ یا مثلاً ان پر غیر مسلم زیادتی کررہے ہیں اور اس کا مقابلہ کرنے کیلئے ان کا ساتھ دینے اور مدد کرنے کی ضرورت ہو، اور اس مقصد کیلئے مال وغیرہ جمع کرنے کی سخت ضرورت ہو۔

بعض دوسرے مقامات پر ان سے تعاون نہیں کیا جائے گا، مثلاً جب وہ اپنے باطل عقائد اور بدعتوں کو عام کرنے اور ان کی نشرواشاعت کے لئے مال جمع کررہے ہوں تو ان سے تعاون نہیں کیا جائے گا۔ تب ہمارا عمل اللہ عزوجل کے اس فرمان پر ہوگا: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ ''نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو، گناہ اور ظلم میں تعاون نہ کرو۔'' ان سب اُمور میں یہ اُصول پیش نظر رکھا جائے گا کہ شریعت کی بنیاد بہتر اچھائی کے حصول اور بدتر برائی کی روک تھام پر ہے۔ واللہ اعلم

سود پر خریدے گئے مکان کی باقی اقساط کا مسئلہ

سوال ۲۲: میری ایک دوست حال ہی میں پوری طرح سوچ سمجھ کر اور دل کے پورے اطمینان کے ساتھ مسلمان ہوئی ہے۔ اس نے سود پر ایک مکان خریدا تھا۔ اب اسے معلوم ہوا کہ سود لینا اور دینا حرام ہے۔ اب اسے کیا کرنا چاہئے جب کہ وہ مکان کی باقی قیمت یکمشت ادا نہیں کرسکتی۔ اس نے توبہ کرلی ہے اور پچھلے گناہ پر نادم ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

تعالی اس گناہ سے اُسے نجات دے دے۔ کیا آپ کوئی مشورہ دے سکتے ہیں؟

جواب: اس خاتون کے سامنے کئی راستے ہیں:

① وہ یہ مکان فروخت کردے، اور اس سودے سے مکمل طور پر بریٔ الذمہ ہوجائے۔ خود کرائے کے مکان میں رہائش اختیار کرلے، حتیٰ کہ اللہ اسے اپنے فضل سے رِزق دے (اور وہ اپنا مکان خریدنے کے قابل ہوجائے۔)

② وہ کوئی اسلامی کمپنی تلاش کر کے معاہدہ اس کی طرف منتقل کردے۔ اس سلسلے میں رائج قوانین کے مطابق کوئی ایسی شروط طے کرلی جائیں یا کوئی ایسا اتفاق کرلیا جائے جس سے یہ کام درست ہوجائے۔

③ کمیونٹی میں کوئی مسلمان سرمایہ کار تلاش کرے، جو اس مکان کو مکمل طور پر خرید کر اس خاتون کو کرائے پر دے دے۔ یا اسلامی قواعد کے مطابق قسطوں پر اس خاتون کے ہاتھ فروخت کردے۔

④ کوئی آدمی اسے مکان کی باقی ماندہ قیمت کے برابر قرضِ حسنہ دے دے، جس کو وہ قرض خواہ ادارے کو ادا کردے۔ پھر مستقبل میں وہ اس قرض دینے والے کو قرض ادا کردے۔

⑤ اگر اس کیلئے مذکورہ بالا صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کرنا ممکن نہ ہو تو دل میں یہ پختہ ارادہ رکھے کہ جونہی ممکن ہوا، وہ اس مکان سے دوسری جگہ منتقل ہوجائے گی اور مذکورہ بالا صورتوں میں سے کوئی شرعی متبادل تلاش کرنے کی کوشش کرتی رہے، اور اللہ سے خلوص کے ساتھ دعا کرتی رہے۔ وہ اپنی رحمت کے ساتھ دعائیں قبول کرنے والا ہے۔

اتفاقاً دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

❁ **سوال ۲۳**: اگر کسی عورت نے کسی دوسری عورت کے بچے کو اتفاقاً دودھ پلا دیا ہو، تو کیا اس عورت کا بچہ یا بچی، اس بچی یا بچے سے نکاح کرسکتا ہے، جس کو اس نے اتفاقاً دودھ پلایا تھا؟

جواب: رضاعت کے بارے میں صحیح قابل اعتماد قول یہی ہے کہ پانچ دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ بچہ اگر ایک دو بار دودھ چوسے تو حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ صحیح

© rasailojaraid.com

مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک یا دو بار چوسنا حرام نہیں کرتا۔'' اس کے علاوہ صحیح مسلم میں حضرت اُمّ الفضلؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''نبی ﷺ میرے گھر تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ (اس نے کہا:) ''اللہ کے نبی ﷺ! میری ایک بیوی تھی۔ میں نے اس کی موجودگی میں ایک اور عورت سے نکاح کرلیا۔ اب میری پہلی بیوی کہتی ہے کہ اس نے میری دوسری بیوی کو ایک بار یا دو بار دودھ پلایا تھا'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایک دو بار منہ میں دودھ دینا حرام نہیں کرتا۔''

☜ موطأ امام مالک اور مسند احمد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوحذیفہؓ کے آزاد کردہ حضرت سالمؓ کے معاملے میں ابوحذیفہؓ کی زوجہ محترمہ حضرت سہلہؓ سے فرمایا تھا: ''اسے پانچ بار دودھ پلا دے۔'' تاکہ وہ لڑکا ان کا محرم بن جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ پانچ سے کم دفعہ دودھ پلانے سے محرم کا رشتہ قائم نہیں ہوتا۔

☜ عقلی طور پر دیکھا جائے تو پانچ دفعہ دودھ پلانے سے بچے کی جسمانی افزائش اور ہڈیوں کی مضبوطی میں فرق پڑتا ہے۔اس طرح دودھ پلانے والی اور دودھ پینے والے کے درمیان میں بیٹے کا تعلق قائم ہوجاتا ہے۔ چونکہ سوال کرنے والی خاتون نے اس بچے کو صرف ایک بار دودھ پلایا ہے، لہٰذا اس سے نکاح کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی اور ان دونوں کے درمیان محرم کا رشتہ قائم نہیں ہوتا۔ [مزید جوابات کے لئے اگلے شمارے کا انتظار کریں]

مغربی ممالک میں موجود مسلمان اپنے مسائل کے شرعی حل کیلئے یہاں رابطہ کریں

AssembelyofMuslimJuristsofAmerica مجمع فقهاء الشريعة بأمريكا
8909 Tonbridge Ter, Adelphi, Maryland 20783, USA Tel: 301 474 7400 Fax: 301 982 1813
Mailing Address: P.O. Box: 777, College Park, Mary Land 20741 E-mail: amjafatwa@yahoo.com

ماہنامہ 'محدث' کی نئی ویب سائٹ بخوبی کام کررہی ہے، جس میں سوال وجواب کے تحت آپ نہ صرف اپنے سوالات رفتاویٰ پوچھ سکتے ہیں بلکہ محدث کے ۲۰۰۳ء کے تمام شمارے بھی مکمل صورت میں مطالعہ کرسکتے ہیں اوپر دیے گئے سوال وجواب بھی ویب سائٹ پر پڑھے جاسکتے ہیں: www.mohaddis.com
خود مطالعہ کریں اور اپنے دوستوں کو بھی اس ویب سائٹ کے بارے میں مطلع کریں۔ ادارہ